نماز

میں ہاتھ کھولیں یا باندھیں؟

(ارسال وتکفیر)

مؤلف: شیخ نجم الدین طبسی

مترجم: ناظم حسین اکبر

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

مشخصات کتاب

نام کتاب.............................نماز میں ہاتھ کھولیں یا باندھیں؟

نام مؤلف.............................نجم الدین طبسی

نام مترجم.............................ناظم حسین اکبر

نظر ثانی.............................محمد عباس ہاشمی

صفحات.............................۵۲

ایڈیشن.............................پہلا، فروری ۲۰۱۰ء

تعداد.............................۵۰۰۰

کمپوزنگ.............................اُمِّ مہدی

ناشر.............................ابو طالبؑ اسلامک انسٹیٹیوٹ لاہور

قیمت.............................۵۰ روپے

ملنے کا پتہ

۱۔جامعہ زینب بنت علی علیہ السلام شعیب گارڈن لاہور

۲۔ابو طالبؑ بک سنٹر محبّ پور خوشاب ۰۳۰۲۷۰۶۱۹۹۸

۳۔مکتبہ کاظمیہ شیعہ میانی ملتان

۴۔مکتبہ قرآن وعترت ڈی جی خان ۵۔ادارہ اصلاح لکھنؤ انڈیا

انتساب

عالم جوانی میں داعی اجل کو لبیک کہنے والے سپاہی امام زمانہ عجّل اللہ فرجہ الشریف،
مہر شکیل حیدر آف لک موڑ ضلع سرگودھا کے نام، اس امید سے کہ خداوند متعال
روز ظہور اسے لشکر امام زمانہؑ میں سے قرار دے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست

مقدّمہ مترجم..۷
مقدّمہ مؤلف..۸
ہاتھ کھولنا یا باندھنا؟..۹
اہل سنّت کے تین نظریات..۱۲
روایات اہل بیت علیہم السّلام..۱۵
شیعہ فقہاء کا نظریہ..۱۹
نماز میں ہاتھ باندھنے کا آغاز..۲۱
فقہائے اہل سنّت کے اقوال..۲۳
روایات اہل سنّت..۲۸
پہلی روایت..۲۸
روایت کے معنٰی میں غور..۲۸
دوسری روایت..۲۹
دلالت کے متعلق بحث..۳۰
سند کے متعلق بحث..۳۰
تیسری روایت..۳۱
اس روایت کی سند کے متعلق..۳۲
چوتھی روایت..۳۲
چند نکات..۳۲

پانچویں روایت...۳۳
چھٹی روایت...۳۴
ساتویں روایت...۳۴
آٹھویں روایت...۳۵
نویں روایت...۳۶
چند اشکال...۳۷
دسویں روایت...۳۷
گیارہویں روایت...۳۷
بارہویں روایت...۳۹
تیرہویں روایت...۴۰
چودہویں رویت...۴۰
پندرہویں روایت...۴۱
سولہویں روایت...۴۲
سترہویں روایت...۴۳
اٹھارہویں روایت...۴۴
انیسویں روایت...۴۴
بیسویں روایت...۴۴
اکیسویں روایت...۴۵
بحث کا خلاصہ...۴۷

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم

مقدّمہ مترجم

اسلام نے آراء ونظریات میں اختلاف سے منع نہیں کیا ہے بلکہ صرف ایسے اختلافات مذموم ہیں جن سے تنازعے کھڑے ہوتے ہیں، اُمّت گروہوں میں بٹ جاتی ہے اور اختلاف وتفرقہ پیدا ہوتا ہے اسلام کا یہ حکم اس کی عقلیت پسندی اور منطقی روش کی دلیل ہے۔

انصاف کا تقاضا تو یہ ہے کہ کسی بھی مذہب کے کسی نظریہ کی حقیقت تک پہنچنے کے لئے اس نظریہ کو باریک بینی سے علمی معیارات کی کسوٹی پر پرکھا جائے تاکہ درست نتیجہ حاصل کیا جاسکے۔

انہی نظریات میں سے ایک نظریہ (نماز میں ہاتھ کھولنا یا باندھنا) ہے جس کا شریعت مقدّسہ پر گہرا اثر مترتب ہوتا ہے اس بارے میں شیعوں کا نظریہ یہ ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، اہل بیت علیہم السلام اور صحابہ کرام میں سے کسی نے بھی نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم نہیں دیا سوائے حضرت عمر کے۔ اور اسی طرح اہل سنت علماء میں سے بھی کوئی اس کے وجوب کا قائل نہیں ہے بلکہ بعض نے تو اسے مکروہ قرار دیا ہے جیسا کہ محقّق بزرگوار شیخ نجم الدین طبسی حفظہ اللہ نے اس کتاب میں اس موضوع پر بہت احسن انداز سے روشنی ڈالی ہے جو ہر اہل انصاف اور تحقیق کرنے والے کے لئے کافی ہے کہ وہ اس نظریہ کی حقیقت سے آشنائی حاصل کرتے ہوئے حق کی پیروی کرنے کی کوشش کرے۔

خداوند متعال اس کتاب کی اشاعت میں کسی بھی طرح کی مدد کرنے والے دوستوں کی اس سعی کو درجہ قبولیت تک پہنچائے اور قارئین محترم کو اس کتاب کے مطالعہ سے زیادہ سے زیادہ علمی فائدہ حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ **والسّلام علی من اتّبع الھدیٰ**

ناظم حسین اکبر (ریسرچ اسکالر)

ابوطالبؑ اسلامک انسٹیٹیوٹ لاہور پاکستان (۲۳ ذی الحجہ ۱۴۳۰ھ بمطابق ۲۱ نومبر ۲۰۰۹ء)

مقدّمہ مؤلف

حوزہ علمیہ قم المقدّسہ میں موجود افریقہ کے رہنے والے ایک بزرگ عالم دین نے ٹیلیفون پر راقم الحروف سے اس خواہش کا اظہار کیا کہ نماز میں ہاتھ باندھنے کے متعلق روایات ،فتوے اور تاریخی مطالب کو اکٹھا کر کے انہیں منظّم اور ان کی چھان بین کروں.

کثرت مصروفیات اور قلّت وقت کے باعث انتہائی مختصر مگر جلد ان مطالب کو جمع اور ان کے بارے میں چھان بین کرنے کے بعد مجموعہ حاضر کو سپرد قرطاس کرنے میں کامیاب ہوا۔

ہاتھ کھولنا یا باندھنا؟

ایسا سوال جو ہمیشہ بہت سے لوگوں کے ذہن میں آتا ہے وہ یہ ہے کہ کیا نماز میں ہاتھ باندھنا جائز ہے یا نہیں؟

شیعوں کے نزدیک یہ عمل جائز نہیں ہے؟(۱) جیسا کہ خلاف (۲)، غنیۃ (۳) اور دروس (۴) جیسی کتب میں ذکر ہوا ہے۔

سید مرتضیٰؒ نے اپنی کتاب الانتصار (۵) میں اس کے جائز نہ ہونے پر اجماع کے پائے جانے کا دعوٰی کیا ہے. اسی طرح اہل بیت علیہم السلام سے بھی اس بارے میں بہت سی روایات نقل ہوئی ہیں۔

نیز اہل سنّت میں بھی امام مالک اور بعض فقہائے سلف اسے مکروہ سمجھتے ہیں اسی طرح تابعین بلکہ بعض صحابہ کرام سے نقل ہوا ہے کہ وہ نماز میں ہاتھ کھولنے کا عقیدہ رکھتے تھے۔(۶)

اہل سنّت کے درمیان اس مسئلے میں اختلاف کا باعث پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز کے متعلق وہ صحیح

۱۔خلاف ۱:۱۰۹.

۲۔خلاف ۱:۱۰۹.

۳۔غنیۃ النزوع:۸۱.

۴۔الدروس الشرعیۃ:۱۸۵.

۵۔الانتصار:۴۱.

۶۔بدایۃ المجتھد ۱:۱۳۶؛ ذہبی اس کتاب کے مؤلف قرطبی کے بارے میں کہتے ہیں: وہ فقہ میں علاّمہ تھے...فقہ میں برتری پائی...وہ اندلس میں علم وفضل اور کمال میں بے نظیر تھے...جیسا کہ فقہ میں لوگوں کی پناہ گاہ تھے اسی طرح حکمت میں بھی لوگ انہیں کی طرف رجوع کیا کرتے...سیر اعلام النبلاء ۲۱:۳۰۸.

روایات ہیں جن میں یہ ذکر ہوا ہے کہ آنحضرتؐ حالت نماز میں ہاتھ نہیں باندھتے تھے. جیسا کہ ابن رشد نے بھی اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے۔

ابراہیم نخعی (۱) جنہوں نے اہل سنّت کے آئمہ اربعہ میں سے بعض سے پہلے وفات پائی وہ بھی ہاتھ کھول کر نماز پڑھنے کے قائل تھے۔

اسی طرح حسن بصری (۲) تابعی جنہیں اہل سنّت علم وعمل میں اہل زمانہ کا سردار مانتے ہیں وہ بھی نماز ہاتھ کھول کر پڑھا کرتے تھے۔

۱۔ وہ پہلی صدی کے بزرگوں میں سے ہیں جنہوں نے بعض صحابہ کرام کو بھی درک کیا اور ۹۶ ھ میں وفات پائی.

ذہبی کہتے ہیں: وہ امام، حافظ، فقیہ عراق اور بزرگ شخصیت تھے اور ایک گروہ نے ان سے روایات نقل کی ہیں اسی طرح انہوں نے حکم بن عتیبہ، سلیمان بن مہران اور ان کے علاوہ کئی ایک افراد سے روایات نقل کی ہیں. وہ معتقد تھے کہ ابو ہریرہ کی بہت سی روایات منسوخ ہیں۔

عجلی کہتے ہیں: وہ مفتی کوفہ... فقیہ اور پرہیز گار انسان تھے... احمد بن حنبل سے بھی نقل ہوا ہے کہ وہ کہتے ہیں: ابراہیم ذہین، حافظ اور صاحب سنّت تھے۔ سیر اعلام النبلاء ۴: ۵۲۰.

۲۔ حسن بصری حضرت عمر کی خلافت کے پورے ہونے سے دو سال پہلے پیدا ہوئے اور حضرت عثمان کی اقتداء میں نماز جمعہ میں شریک ہوا کرتے... کہا جاتا ہے کہ علم وعمل میں وہ اپنے زمانے کے سردار تھے.

ابن سعد لکھتے ہیں: وہ جامع، عالم، رفیع، فقیہ، ثقہ، حجّت، قابل اعتماد، عابد، پرہیز گار اور کثیر العلم تھے۔ سیر اعلام النبلاء ۴: ۵۷۱.

جبکہ ہمارے (شیعوں) ہاں اس کی مذمّت میں روایات ذکر ہوئی ہیں۔

ابن سیرین (۱)، لیث بن سعد (۲) اورعبداللہ بن زبیر جوصحابی ہے بلکہ مالکی مذہب میں بھی مشہورنظریہ یہی ہے اوراہل مغرب بھی اسی نظریہ (نماز میں ہاتھ کھولنے) کے معتقد تھےاوراسی پرعمل کیا کرتے تھے.

۱۔محمد بن سیرین خلیفہ دوم کی خلافت کے اواخر میں پیدا ہوئے اور۱۱۰ ھ میں وفات پائی. انہوں نے تیس صحابہ کرام کودرک کیا۔عجلی کہتے ہیں: پرہیزگاروں میں اس سے بڑھ کرفقیہ اور فقہاء میں اس سے بڑھ کرکسی کو پرہیزگارنہیں دیکھا ۔طبری کہتے ہیں: ابن سیرین فقیہ، عالم، متّقی، کثیرالحدیث اور سچے انسان تھے، اہل علم وفضل نے بھی اسکی گواہی دی ہے جوحجّت ہے سیر اعلام النبلاء۴: ۶۰۶ .وہ بھی نماز میں ہاتھ کھولنے کاعقیدہ رکھتے تھے۔

اگرچہ ہمارے سابقہ علماء نے اس کے متعلق کوئی اشارہ نہیں کیالیکن حجاج بن یوسف کی مدح میں اس سے کچھ مطالب نقل ہوئے ہیں۔

تستری کہتے ہیں: اگراس کے متعلق بیان کئے جانے والے مطالب صحیح ہوں تو یہی اس کی نادانی اور جہالت کے لئے کافی ہیں۔قاموس الرّجال۹: ۳۲۲؛ تنقیح المقال۳: ۱۳۰.

۲۔لیث بن سعد کے بارے میں کہا گیاہے: وہ امام، حافظ، شیخ الاسلام اور عالم دیار مصر تھے جو ۹۴ھ میں پیدا ہوئے اور۱۷۵ھ میں وفات پائی۔احمد بن حنبل کہتے ہیں: لیث کثیرالعلم، صحیح الحدیث،... ثقہ اورقابل اعتماد تھے... مصریوں میں ان سے بڑھکرکوئی صحیح الحدیث نہیں ہے۔

ابن سعد کہتے ہیں: لیث فتوٰی میں مستقل اورثقہ تھے اس نے بہت سی احادیث نقل کی ہیں۔عجلی اورنسائی اسکے بارے میں کہتے ہیں: لیث ثقہ ہے. ابن خراش کہتے ہیں: وہ سچا انسان ہے اوراسکی احادیث بھی صحیح ہیں۔شافعی کہتے ہیں: لیث، مالک سے بھی بڑھ کرفقیہ تھالیکن اصحاب نے اسے ترجیح نہ دی؟ سیر اعلام النبلاء۸: ۱۳۶۔وہ بھی ہاتھ کھول کرنماز پڑھنے کے قائل تھے۔

ہم شیعوں کے مطابق اس نے امام صادق علیہ السلام کودرک کیاان کی عظمت ومنقبت بھی بیان کی لیکن یہ اس کی ہدایت کاباعث نہ بن سکی۔

خطیب (بغدادی) سے نقل ہواہے: اہل مصرعثمان کو برا بھلا کہتے تھے یہاں تک کہ لیث ان میں ظاہر ہوااورعثمان

.........................ـ

کے فضائل بیان کیئے اور وہ بھی باز آگئے۔تستری اس کے بعد لکھتے ہیں: (خدا جانتا ہے) اس شخص کے بارے میں سوائے برائیوں کے کچھ نہیں ملتا اور وہ لوگوں کو ان احادیث پر عمل کرنے کا کہتا جو معاویہ نے گھڑ وار کھی تھیں اور اہل مصر بھی کتنے نادان تھے کہ عثمان کے متعلق جو کچھ آنکھوں سے دیکھ چکے تھے اس سے چشم پوشی کر بیٹھے اور ان کے ساتھ جو جھوٹ بولا گیا اس سے فریب کھا بیٹھے۔قاموس الرّجال ۸:۶۳۲؛ تنقیح المقال ۲:۶۴.

اہل سنّت کے تین نظریات

اہل سنّت کے اندر نماز میں ہاتھ باندھنے کے بارے تین مختلف نظریات پائے جاتے ہیں:

۱۔مکروہ ہے.

۲۔اس کا انجام دینا کراہت نہیں رکھتا اور ترک کرنا بھی مستحب نہیں ہے.

۳۔مستحب ہے.(۱)

ہمیں (اہل سنّت کی) کوئی ایسی کتاب نہیں ملی جس میں (نماز میں ہاتھ باندھنے کو) واجب قرار دیا گیا ہو اور وجوب کی نسبت صرف اہل سنّت عوام کی طرف دی جاتی ہے.(۲)

کتب اہل سنّت میں اس سلسلے میں بیان کی جانے والی روایات وآثار کی تعداد (قطع نظر اس سے کہ ان کی سند ضعیف ہے) بیس تک جا پہنچتی ہے ان میں سے ایک روایت ابو حازم سے صحیح بخاری میں نقل ہوئی ہے۔(۳) لیکن جیسا کہ عینی (۴) شوکانی (۵) اور دیگر فقہاء نے اسکی تصریح کر دی ہے کہ اس حدیث میں مرسل و منقطع ہونے کا شبہ پایا جاتا ہے۔

۱۔البیان والتحصیل ۱:۳۹۴.

۲۔الفقہ الاسلامی وأدلّتہ ۴:۸۷۴؛ المجموع ۳:۳۱۳؛ المغنی ۱:۵۴۹؛ المبسوط سرخسی ۱:۲۳.

۳۔صحیح بخاری ۱:۱۳۵.

۴۔عمدۃ القاری فی شرح صحیح بخاری ۵:۲۸۰.

۵۔نیل الأوطار ۲:۱۸۷.

اسی طرح دوسری حدیث صحیح مسلم کے اندر ابو وائل سے نقل ہوئی ہے اور یہ حدیث بھی مرسل و منقطع ہونے کی آفت میں مبتلا ہے. اس لئے کہ علقمہ کی اپنے والد سے نقل کی جانے والی رویات مرسل ہیں ابن حجر نے اسے واضح طور پر بیان کر دیا ہے۔(۱)

اور باقی روایات کے بارے میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ خود اہل سنّت کے ہاں انہیں ضعیف شمار کیا گیا ہے اور اصحاب سنن و جوامع اور علمائے رجال کے اقرار کے مطابق ان پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا. اس بنا پر نماز میں ہاتھ باندھنے پر کوئی جواز باقی نہیں رہتا۔

اسکے علاوہ یہ خود ایک عمل اور فعل ہے جس کے نماز میں جائز ہونے پر کوئی دلیل نہیں ہے لہذا اسے جائز یا سنّت یا آداب نماز میں سے ہونے کے قصد سے انجام دینا بے شک حرام ہے۔ اس لئے کہ اسکی حرمت کے لئے یہی کہنا کافی ہے کہ شریعت میں اس کے جواز پر کوئی دلیل نہیں پائی جاتی ہے بلکہ اس کے برعکس اس کے انجام دینے کے متعلق نہی ثابت ہے۔(۲)

اہل بیت علیہم السلام نے بھی اس کے انجام دینے سے منع فرمایا ہے اور پھر نماز میں ہاتھ پر ہاتھ رکھنا ایک عمل ہے جس کا نماز میں انجام دینا جائز نہیں ہے. جیسا کہ ابن رشد نے بھی اس بات (یا اسی سے ملتی جلتی بات) کی طرف اشارہ کیا ہے.

اور آئمہ علیہم السلام کا اسے (تکفیر) سے تعبیر کرنا جسے مجوسی انجام دیا کرتے تھے (۳) یہ اس عمل کے سنّت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سے نہ ہونے کی تائید بلکہ اس امر پر تاکید ہے۔

۱۔ تہذیب التہذیب ۸: ۳۱۴.

۲۔ مصباح الفقیہ ۱: ۴۰۱.

۳۔ کتاب آئینہ آئین مزدیسنی ,, اشاعت دوّم ،، تالیف کیخسر وصفحہ ۲۰ پر لکھا ہے: ان کے ہاں نماز اور عبادت کا طریقہ کار اپنے خدا کے سامنے کھڑے ہو کر دست عبودیت کو سینے پر رکھنا ہے اور وہ یوں عبادت و پرستش کرتے ہیں.

نماز میں ہاتھ باندھنے کے متعلق اہل سنّت فقہاء میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ کیا ہاتھوں کو ناف کے اوپر رکھا جائے یا اس سے نیچے؟ دایاں ہاتھ بائیں پر رکھا جائے یا بالعکس؟

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایسا عمل جس کی کیفیت تک مشخص نہیں ہے وہ کس طرح سنّت مؤکدہ ہوسکتا ہے؟ اور پھر کیسے ممکن ہے کہ وہ صحابہ کرام جو مستحبی نمازوں، نماز میّت اور نماز عید کے علاوہ یومیہ نمازیں پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتداء میں ادا کرنے کے پابند تھے ان پر اس (نماز میں ہاتھ باندھنے) کی کیفیت مخفی رہی ہو!

یہ تمام شواہد اور تاکیدات اس بات کی علامت ہیں کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں ایسے عمل کا کوئی وجود نہیں تھا. اس بنا پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ نماز میں ہاتھ باندھنا بھی نماز تراویح باجماعت ادا کرنے، اذان میں الصلاۃ خیر من النوم کا اضافہ کرنے، اذان سے حی علی خیر العمل کے نکالنے، متعہ کی دونوں قسموں (متعہ الحجّ اور متعۃ النکاح) کو حرام قرار دینے اور تدوین حدیث سے منع کرنے جیسے امور میں سے ہے جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد وجود میں آئے۔

روایات اہل بیت علیہم السّلام

اہل بیت علیہم السّلام سے بہت زیادہ روایات وارد ہوئی ہیں جن میں نماز میں ہاتھ باندھنے سے منع کیا گیاہےاوراسے مجوسیوں کاعمل قرار دیا گیا ہے:

١ .((عن أحدهما عليهما السّلام قلت: الرّجل يضع يده في الصلاة ،وحكى اليمنٰى على اليسرٰى ؟فقال : ذلك التكفير ، لا تفعل.))(١)

راوی کہتا ہے: میں نے دونوں (امام باقر یا امام صادق علیہما السلام) میں سے کسی ایک سے سوال کیا کہ ایک شخص نماز میں ہاتھ باندھتا ہےاور کہا گیا ہے کہ دایاں ہاتھ بائیں پر رکھتا ہے.اس بارے میں کیا حکم ہے؟ آپؑ نے فرمایا: یہ عمل تکفیر ہے اسے مت بجالاؤ.

علاّمہ مجلسیؒ اس حدیث کونقل کرنے کے بعد کہتے ہیں: یہ حدیث حسن اور صحیح کے مانند ہےاور تکفیر سے مراد ہاتھ پر ہاتھ رکھنا ہے جسے اہل سنّت بجالاتے ہیں.اوراس سے منع کرنے کی وجہ اسے حرام قرار دیا گیا ہے جیسا کہ ہمارے اکثر علماء کا عقیدہ یہی ہے۔

٢۔عن أبي جعفر عليه السّلام : وعليك بالاقبال على صلاتك ...ولاتكفّر فانّما يفعل ذلك المجوس)).(٢)

امام باقر علیہ السّلام فرماتے ہیں: نماز کی حالت میں قبلہ کی طرف منہ کرو...اور تکفیر مت بجالاؤ اس لئے کہ یہ مجوسیوں کا عمل ہے۔

١۔وسائل الشیعۃ ٧:٢٦٦،باب ١٥،مؤسسہ آل البیتؑ ؛ مرآۃ العقول ١٥:٤ ٧.

٢۔وسائل الشیعۃ ٥:٥١١،باب ١٧،ح ٢ وص ٤٦٣ ؛ مرآۃ العقول ١٥:٤ ٧.

٣.((علی بن جعفر قال: قال أخي: قال علی بن الحسین علیه السّلام:وضع الرّجل احدٰی یدیه علی الأخریٰ فی الصّلاة عمل ،ولیس فی الصّلاة عمل)).(١)

علی بن جعفر کہتے ہیں میرے بھائی (امام موسٰی کاظم علیہ السّلام) نے بتایا کہ امام زین العابدین علیہ السّلام نے فرمایا: نماز میں ایک ہاتھ کا دوسرے ہاتھ پر رکھنا ایک طرح کا عمل ہے اور نماز میں کسی قسم کا کوئی عمل جائز نہیں ہے۔

۴۔ علی بن جعفر [عن أخیه موسٰی بن جعفر]وسألته عن الرّجل یکون فی صلاته أیضع احدٰی یدیه علی الأخرٰی بکفّه أو ذراعه ؟قال:لایصلح ذلک ،فان فعل فلایعود له)).(٢)

علی بن جعفراپنے بھائی امام موسٰی کاظم علیہ السّلام کے متعلق نقل کرتے ہیں کہ میں نے ان سے ایسے شخص کے بارے میں سوال کیا جو نماز کی حالت میں ہو.کیا وہ ہاتھ کو کلائی یا بازو پر رکھ سکتا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: یہ عمل درست نہیں ہے اگر انجام دے بیٹھا تو دوبارہ اس کا تکرار نہ کرے۔

۵۔عن علی علیه السّلام فی حدیث أربعمأة:قال:لایجمع المسلم یدیه فی صلاته وهو قائم بین یدی الله عزّوجلّ ،یتشبّه بأهل الکفر یعنی المجوس)).(٣)

امام علی علیہ السّلام حدیث اربعماۃ میں فرماتے ہیں: مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ جب نماز کے لئے خدا کی بارگاہ میں کھڑا ہو تو اپنے ہاتھوں کو اکٹھا کرے چونکہ وہ اپنے اس عمل سے اہل کفر یعنی مجوسیوں کے

١۔حوالہ سابق.

٢۔حوالہ سابق.

٣۔حوالہ سابق.

مشابہ بن جائے گا۔

۶۔ ((عن أبی عبد الله علیه السّلام فی حدیث:أنّه لمّا صلّی قام مستقبل القبلة ،منتصبا ،فأرسل یدیه جمیعا علی فخذیه قد ضمّ أصابعه)).(۱)

امام صادق علیہ السّلام کے بارے میں نقل ہوا ہے کہ جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو قبلہ کی طرف رخ کرکے اپنے ہاتھوں کو رانوں پر رکھتے اور انگلیوں کو ملا لیتے.

۷۔ ((عن أبی جعفر علیه السّلام : قال: اذا قمت الی الصلاة فلاتلصق قدمک بالأخریٰ ...وأسد منکبیک وأرسل یدیک ولاتشبّک أصابعک ولیکونا علی فخذیک قبالة رکبتیک ...ولا تکفّر فانّما یفعل ذلک المجوس)).(۲)

امام باقر علیہ السّلام فرماتے ہیں: جب نماز کے لئے کھڑے ہوتو پاؤں کو نہ ملاؤ،شانہ کو جھکا لو، ہاتھ کھلے رکھو،انگلیوں کو ایک دوسرے میں مت ڈالو اور اپنے ہاتھوں کو رانوں پر رکھو...اور تکفیر مت بجالاؤ چونکہ یہ مجوسیوں کا شیوہ ہے۔

۸۔ ((المجلسی عن الجامع البزنطی عن أبی عبدالله علیه السّلام:فاذاقمت فی صلاتک فاخشع فیها ...ولاتکفّر)). (۳)

علامہ مجلسی جامع بزنطی سے امام صادق علیہ السّلام کے بارے میں نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: جب نماز کا ارادہ کرو تو خشوع وخضوع کے ساتھ ہو اور تکفیر مت بجالاؤ۔

۱۔حوالہ سابق.

۲۔وسائل الشیعة ۷:۲٦۷،باب ۱۵،ح ۷.

۳۔بحارالأنوار ۸۴:۱۸٦،ذیل حدیث ۱؛ مستدرک الوسائل ۵:۴۲۰.

۹۔ ((القاضی نعمان المصری عن جعفر بن محمد علیه السّلام انّه قال:اذا کنت قائما فی الصّلاة فلا تضع یدک الیمنٰی ،فانّ ذلک تکفیر أهل الکتاب ،ولکن ارسلهما ارسالا ،فانّه أحری أن لا یشغل نفسک عن الصّلاة)) .(۱)

قاضی نعمان مصری امام صادق علیہ السّلام سے نقل کرتے ہیں کہ آپؑ نے فرمایا:جب نماز کے لئے کھڑے ہوتو اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں پر یا بائیں کو دائیں پر مت رکھو،چونکہ یہ اہل کتاب کا عمل ہے بلکہ ہاتھوں کو کھلا رکھو.پس مناسب یہی ہے کہ تم اپنے آپ کونماز کے علاوہ کسی عمل میں مشغول نہ کرو.

۱۰۔((عن أبی جعفر علیه السّلام قال:قلت له:((فصلّ لربّک وانحر))؟

قال:النحر الاعتدال فی القیام أن یقیم صلبه ونحره .وقال:ولاتکفّر ،فانّما یصنع ذلک المجوس)).(۲)

امام باقر علیہ السّلام سے نقل ہوا ہے کہ آنحضرت سے پوچھا گیا کہ ((فصلّ لربّک وانحر)) سے کیامراد ہے ؟تو آپ نے فرمایا:نحر کا معنٰی قیام میں اعتدال ہے اس طرح کہ پشت اور گردن کو سیدھا رکھاجائے اورفرمایا:تکفیر مت بجالاؤاس لئے کہ یہ مجوسیوں کا شیوہ ہے۔

۱۔ دعائم الاسلام۱:۱۵۹؛مستدرک الوسائل۵:۴۲۰.

۲۔اصول کافی۳:۳۳۷.

شیعہ فقہاء کا نظریہ

۱۔ شیخ مفیدؒ: (نماز میں) ہاتھ کھلے رکھنے کے بارے میں شیعوں میں اتفاق نظر پایا جاتا ہے.اور اہل کتاب کی طرح تکفیر یعنی ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ پر رکھنے کو جائزنہیں سمجھتے.اور یہ کہ جو بھی ایسا عمل انجام دے اس نے بدعت کا ارتکاب کیا اور سنّت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ طاہرین علیہم السّلام کی مخالفت کی ہے۔(۱)

۲۔ سید مرتضیٰؒ: وہ امور جن کے بارے میں یہ گمان کیا جاتا ہے کہ یہ شیعوں کے ساتھ مختص ہیں ان میں سے ایک نماز میں ہاتھ باندھنے کا ممنوع ہونا ہے چونکہ امامیہ کے علاوہ باقی فرقوں کا عقیدہ یہ ہے کہ یہ مکروہ ہے.طحاوی نے فقہاء کے اختلاف کونقل کرتے ہوئے بیان کیا ہے مالک کے نزدیک اگر مستحب نماز میں رکوع طولانی ہو جائے تو ایسی صورت میں ہاتھ باندھنا جائز ہے اور میرے نزدیک اسے ترک کرنا بہتر ہے۔(۲)

۳۔ شیخ طوسیؒ: نماز میں دائیں ہاتھ کا بائیں پر یا بائیں کا دائیں پر رکھنا جائزنہیں ہے اور مالک سے دو روایتیں نقل ہوئی ہیں جن میں سے ایک شافعی کے قول کے مطابق ہے جس میں نماز میں دائیں ہاتھ کو بائیں پر رکھنا جائز قرار دیا گیاہے اور ابن القاسم والی روایت میں ہاتھ کھولنے کو مناسب تر بیان کیا گیاہے۔

۱۔ الاعلام:۲۲، تالیفات شیخ مفیدؒ کے ضمن میں یہ کتاب چھپ چکی ہے، ج۹؛ کتاب التذکرۃ ۳:۲۵۳.

۲۔ الانتصار:۲۲.

اور اس (مالک) سے یہ قول نقل ہوا ہے کہ: مستحب نمازوں میں جب قیام طولانی ہو جائے تو ہاتھ باندھنا جائز ہے اور اگر طولانی نہ ہو تو جائز نہیں ہے جبکہ واجب نمازوں میں یہ جائز نہیں ہے ۔ نیز لیث بن سعد کا بھی کہنا ہے: اگر تھکاوٹ محسوس ہو تو ہاتھ باندھ سکتے ہیں لیکن اگر تھکاوٹ نہ ہو تو اسے انجام نہ دیا جائے اور مالک کا بھی یہی قول ہے۔

ہماری دلیل فرقہ امامیہ کا اجماع ہے اور نماز میں ہاتھ باندھنے کے مبطل نماز ہونے میں ان کے درمیان کسی قسم کا اختلاف نہیں پایا جاتا۔ نیز نماز میں کسی جزو کے ثابت ہونے کے لئے دلیل شرعی کی ضرورت ہوتی ہے جو شریعت مقدّسہ میں موجود نہیں ہے اور احتیاط کا تقاضا بھی یہی ہے کہ نماز میں ہاتھ باندھنے سے پرہیز کیا جائے چونکہ اس میں شک نہیں ہے کہ ایسی نماز جس میں ہاتھ نہ باندھے گئے ہوں وہ یقیناً صحیح ہے اور دوسری جانب نماز کے صحیح ہونے کا یقین حاصل کرنا واجب ہے۔ (۱)

۴۔ شیخ بہائیؒ: تکفیر یعنی دائیں ہاتھ کا بائیں پر قرار دینا جسے اہل سنّت بجالاتے ہیں اور اکثر فقہاء نے اس کے حرام ہونے کی وجہ سے اس سے منع کیا ہے، کیا یہ نماز کو باطل کر دیتی ہے؟ اکثر علماء اسے (مبطل نماز) سمجھتے ہیں بلکہ شیخ طوسیؒ اور سید مرتضیٰؒ نے تو اس پر اجماع کا دعویٰ کیا ہے۔ (۲)

۱۔ الخلاف ۱:۱۰۹.

۲۔ الحبل المتین: ۲۲۴؛ ملاذ الأخیار ۳:۵۵۳.

نماز میں ہاتھ باندھنے کا آغاز

کہا جاتا ہے کہ نماز میں ہاتھ باندھنا بھی خلیفہ دوم کی بدعات میں سے ہے جو اس نے عجمی قیدیوں سے لی۔

محقّق نجفی لکھتے ہیں:

((حکی عن عمر لمّا جیء بأساریٰ العجم کفّروا أمامه ،فسأل عن ذلک ،فأجابوه : بأنّا نستعمله خضوعا وتواضعا لملوکنا ،فاستحسن هو فعله مع الله تعالی فی الصلاة ،و غفل عن قبح التشبّه بالمجوس فی الشرع)) (۱)

بیان کیا گیا ہے کہ جب خلیفہ دوم کے پاس عجمی قیدیوں کو لایا گیا تو انہوں نے اس کے سامنے اپنے ہاتھوں کو ہاتھوں پر رکھا۔

خلیفہ نے ان سے اس کا سبب پوچھا تو بتایا گیا کہ ہم اپنے بادشاہوں کے سامنے خضوع وخشوع کا اظہار کرنے کے لئے اس طرح کرتے ہیں خلیفہ کو ان کا یہ عمل پسند آیا اور اس نے نماز میں خدا کے سامنے ایسا ہی کیا جبکہ وہ اس بات سے غافل رہا کہ شریعت میں مجوسیوں سے مشابہت جائز نہیں ہے!

البتہ ہمیں کتب تاریخ میں اس سلسلے میں کوئی دلیل نہیں ملی۔

۱۔ جواہر الکلام ۱۱:۱۹؛ مصباح الفقیہ، کتاب الصلاۃ: ۴۰۲.

فقہائے اہل سنّت کے اقوال

۱۔ مدونۃ الکبریٰ (ابن قاسم کے بقول امام مالک کی رائے):

امام مالک نماز میں دائیں ہاتھ کے بائیں ہاتھ پر رکھنے کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ میرے نزدیک واجب نماز میں جائز نہیں ہے۔

مالک اسے مکروہ قرار دیتے ہیں لیکن ان مستحب نمازوں میں اسے جائز قرار دیتے ہیں کہ جن میں رکوع طولانی ہوجائے۔(۱)

۲۔ قرطبی: وہ کہتے ہیں کہ نماز میں ایک ہاتھ کے دوسرے پر رکھنے کے بارے میں علماء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے. مالک اسے واجب نماز میں مکروہ سمجھتے ہیں لیکن مستحب نماز میں جائز قرار دیتے ہیں. جمہور اہل سنّت کا خیال ہے کہ یہ نماز کے مستحبات میں سے ہے۔ان کے اس اختلاف کی وجہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز کے متعلق وہ ثابت شدہ آثار ہیں جن میں سے کسی ایک میں بھی اس (آنحضرتؐ کے نماز میں ہاتھ باندھنے کے) بارے میں اشارہ نہیں ہوا. دوسری جانب لوگوں کو اس کا حکم دیا گیا ہے اور ابوحمید کی روایت میں بیان ہوا ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ عمل بجالایا کرتے تھے۔

اس بنا پر بعض لوگوں کی رائے یہ ہے کہ جن روایات وآثار میں نماز میں ہاتھ باندھنا ثابت ہے ان میں ان روایات کی نسبت ایک زائد چیز کا تقاضا کیا گیا ہے کہ جن میں ہاتھ باندھنا ثابت نہیں ہے پس واجب ہے کہ اس اضافہ کو بھی انجام دیا جائے۔

اسی طرح بعض کا کہنا ہے کہ ان آثار پر عمل کیا جائے جن میں اضافہ نہیں ہے چونکہ ان روایات کی

۱۔ مدونۃ الکبریٰ ۱:۷۶.

تعداد زیادہ ہے اس بنا پر نماز میں ہاتھ باندھنا جائز نہیں ہے اور یہ خداوند متعال سے مدد طلب کرنے کے باب سے ہے اور مالک بھی اسی وجہ سے اسے مستحب نماز میں جائز قرار دیتے جبکہ واجب میں اس کی اجازت نہ دیتے...(۱)

۳۔ کتاب بیان و تفصیل: اس کتاب میں لکھا ہے کہ میں نے نماز میں ہاتھ باندھنے کے سلسلے میں اپنے استاد سے پوچھا: کیا واجب یا مستحب نماز کے قیام میں دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کی کلائی پر رکھنا صحیح ہے؟

محمد بن رشد کہتے ہیں: مالک کا یہ قول ((میں اس میں اشکال نہیں دیکھتا)) بغیر تفصیل کے واجب و مستحب نمازوں میں ہاتھ باندھنے کے جواز کو بیان کر رہا ہے۔ اور مدوّنۃ الکبرٰی میں ابن قاسم والی روایت میں یوں بیان ہوا ہے کہ نماز میں اس کا ترک کرنا بہتر ہے چونکہ اس روایت میں یہ کہا گیا ہے کہ میں اسے واجب نماز میں جائز نہیں سمجھتا اور مالک اسے مکروہ سمجھتے ہیں مگر یہ کہ مستحب نماز میں قیام کے طولانی ہونے کی وجہ سے تھکاوٹ محسوس ہو تو اس کا انجام دینا جائز ہے اور بعض روایات میں یہ جملہ (اسے مکروہ سمجھتے ہیں) موجود نہیں ہے اس جملے کو محذوف سمجھیں تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ مالک کے مذہب کے مطابق ہاتھ باندھنے کو ترک کرنا افضل ہے چونکہ ان کے اس قول (لا أعرف ذلک فی الفریضة) کا معنٰی یہ ہے کہ میں اسے واجب نماز میں مستحب یا سنّت ہونے کے عنوان سے بجالانے کو جائز نہیں سمجھتا۔

اور جہاں پر یہ کہا ہے کہ اگر مستحب نماز میں قیام کے طولانی ہونے کی وجہ سے تھکاوٹ محسوس ہو تو ایسی صورت میں تھکاوٹ دور کرنے کی خاطر ہاتھ باندھنے میں کوئی عیب نہیں ہے لیکن اگر واجب نماز میں قیام طولانی ہو جائے پھر بھی جائز نہیں ہے، اس سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ اگر مستحب نماز میں قیام طولانی

۱۔ بدایۃ المجتہد ۱: ۱۳۶، ابن رشد قرطبی متوفٰی ۵۹۵ھ ہجری.

نہ ہوتو ایسی صورت میں ہاتھ باندھنا جائز نہیں ہے۔اوراگر یہ جملہ(کان یکرہ)موجود ہوتو اس کی دلالت تو بالکل واضح ہے؛اس لئے کہ مکروہ کا معنیٰ یہ ہے کہ اس کا ترک کرنا ثواب رکھتا ہے اوراس کے انجام دینے میں کوئی گناہ نہیں ہے۔(۱)

۴۔نووی: ہم نے بیان کردیاہے کہ نماز میں ہاتھ باندھنا ہمارے مذہب میں سنّت ہے ...ابن منذر نے عبداللہ بن زبیر،حسن بصری اورنخعی سے نقل کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز میں ہاتھ کھلے رکھتے اورایک کودوسرے پر نہ رکھتے۔قاضی ابوطیّب نے بھی ابن سیرین سے حکایت کی ہے اورلیث بن سعد نے بھی کہا ہے: کہ وہ نماز میں ہاتھ کھلے رکھتے لیکن اگر قیام طولانی ہوجاتا تو آرام حاصل کرنے کی خاطر دائیں ہاتھ کو بائیں پر رکھ لیا کرتے۔جبکہ ابن قاسم نے مالک سے (ہاتھ کھولنے کو)نقل کیا ہےاورمشہور بھی یہی ہے اورتمام اہل مغرب اصحاب ہوں یا جمہور عوام سب کا یہی نظریہ ہے اوروہ نماز مسیء(بھول جانے والے شخص کی نماز) سے استناد کرتے ہیں.جس میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے نماز سکھائی لیکن اس میں ہاتھ باندھنے کے متعلق کچھ بیان نہیں کیا...۔(۲)

اس بنا پراس مسئلے میں تین اقوال موجود ہیں:

اوّل۔واجب اورمستحب نماز میں جائز ہے یعنی نہ تو اسکا انجام دینا مکروہ ہے اورنہ ہی ترک کرنا مستحب ہے.یہ نظریہ اس روایت (نماز مسیء) سے استفادہ ہوتا ہے۔

دوم۔مکروہ ہے .اس کا واجب اورمستحب نماز میں ترک کرنا مستحب ہے مگر یہ کہ مستحب نماز میں قیام طولانی ہوجائے تو ایسی صورت میں ہاتھ باندھنا جائز ہے نہ مکروہ ہے اورنہ ہی مستحب اوریہ قول مالک کا

۱۔البیان والتحصیل ۱:۳۹۴؛مرقاۃ المفاتیح قاری ۲:۵۰۸.

۲۔المجموع ۳:۳۱۳.

ہے جیسے مدوّنۃ الکبریٰ میں ذکر کیا گیا ہے۔

سوم۔واجب اور نافلہ نماز میں اس کا انجام دینا مستحب ہے اور ترک کرنا مکروہ ہے۔اور یہ قول مالک کا ہے جیسے مطرف بن ماجشون (۱) کی روایت میں نقل کیا گیا ہے۔(۲)

۵۔عینی: ابن منذر نے عبداللہ بن زبیر، حسن بصری اور ابن سیرین سے نقل کیا ہے کہ وہ (نماز میں) ہاتھ کھلے رکھتے.اوراسی طرح مالک کے بارے میں بھی یہی معروف ہے اور اگر قیام طولانی ہوجاتا تو دائیں ہاتھ کو بائیں پر رکھ لیا کرتے۔

نیز لیث بن سعد کہتے ہیں: اوزاعی ہاتھ کھولنے اور باندھنے میں اختیار کے قائل تھے۔(۳)

۶۔شوکانی: وہ دارقطنی سے نقل کرتے ہیں کہ ابن منذر نے عبداللہ بن زبیر، حسن بصری اور نخعی کے بارے میں نقل کیا ہے کہ وہ نماز میں ہاتھ کھلے رکھتے اور دائیں ہاتھ کو بائیں پر نہ رکھتے۔نووی نے لیث بن سعد، مھدی نے کتاب البحر میں قاسمیہ وناصریہ اور باقر سے اور ابن قاسم نے مالک سے اسی طرح نقل کیا ہے۔(۴)

۱۔وہ مفتی مدینہ اور مالک بن انس کے شاگرد تھے.غنا کو بہت پسند کرتے اور علم حدیث سے بے بہرہ تھے۔سیر أعلام النبلاء۱۰: ۳۶۰.

۲۔البیان والتحصیل۱: ۳۹۴؛ مرقاۃ الأصول قاری۲: ۵۰۸.

۳۔عمدۃ القاری فی شرح صحیح بخاری ۵: ۲۷۸؛ المغنی۱: ۴۷۲.

۴۔نیل الأوطار۲: ۱۸۶؛ المجموع ۳: ۳۱۱؛ المغنی ۱: ۵۴۹؛ شرح کبیر۱: ۵۴۹؛ المبسوط سرخسی ۱: ۲۳؛ الفقہ علی المذاہب الأربعۃ ۱: ۱۵۱.

۷۔ زحیلی : وہ کہتے ہیں: مالکی مذہب کے علاوہ جمہور علماء کہتے ہیں: نماز پڑھنے والے کے لئے مستحب یہ ہے کہ وہ تکبیر کے بعد اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کے جوڑ پر رکھے....۔

۸۔ مالک: مالکی مذہب کا یہ کہنا ہے کہ مستحب یہ ہے کہ نماز میں وقار کی خاطر ہاتھ کھلے رکھے جائیں اور مستحب نماز میں بغیر ضرورت آرام کی خاطر ہاتھ باندھنا مکروہ ہے.

اور انہوں نے مذہب مالک کی حقیقت کو بیان کرتے ہوئے کہا ہے: مالکی مذہب میں نماز میں ہاتھ باندھنے کے مکروہ ہونے کا فتوی دینے کی وجہ اس فاسد عقیدے اور اس عمل سے جو (پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی طرف منسوب نہیں ہے یا عوام کے نماز میں ہاتھ باندھنے کے متعلق وجوب کا اعتقاد رکھنے سے جنگ کرنا ہے....۔(۱)

۱۔الفقہ الاسلامی وأدلّتہ۲:۴۷ ۸.

روایات اہل سنّت

پہلی روایت: البخاری :((...عن أبی حازم،عن سهل:قال:کان النّاس یؤمرون أن یضع الرّجل الید الیُمنیٰ علی ذراعه الیسریٰ فی الصّلاۃ .

قال أبوحازم: لاأعلمه الآّن یُنمٰی ذلک النبی ﷺ قال اسماعیل: یُنمٰی ذلک ،ولم یقل ینمٰی)).(۱)

صحیح بخاری:...ابو حازم نے سھل بن سعد سے نقل کیا ہے :لوگوں کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ نماز میں اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں پر رکھیں .ابوحازم کہتا ہے: میرا گمان نہیں ہے کہ یہ فعل پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ کسی اور کی طرف منسوب ہو۔

اسماعیل کہتے ہیں:نسبت تو دی گئی ہے لیکن یہ نہیں کہا کہ کس نے یہ نسبت دی ہے۔

روایت کے معنیٰ میں غور

یہ معلوم نہیں ہے کہ کس نے لوگوں کو نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم دیا ہے جیسا کہ اس حدیث کے راوی (ابوحازم) کو بھی یقین نہیں ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا حکم دیا ہو اسی لئے تو اس نے یہ کہا: مجھے نہیں معلوم مگر یہ کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا حکم دیا ہو۔

پس یہ حدیث مرسل ہے اور اس کی دلالت بھی تنہا واضح ہی نہیں بلکہ اس میں ابہام بھی ہے جیسا کہ عینی، شوکانی اور اس حدیث کی شرح بیان کرنے والے دوسرے شارحین کے بیانات سے

۱۔صحیح بخاری۱:۱۳۵؛موطأ امام مالک ۱:۱۵۸.

یہی سمجھا جارہا ہے۔

الف) عینی: اس حدیث میں لفظ ((یُنْمیٰ)) یاء کے ضمہ اور میم کے فتح کے ساتھ مجھول کا صیغہ ہے جبکہ اسے یاء کے فتحہ کے ساتھ معلوم کا صیغہ نہیں پڑھا گیا۔اس بنا پر یہ حدیث مرسل ہے چونکہ ابوحازم نے معیّن نہیں کیا کہ کس نے نسبت دی ہے اور اگر معلوم کا صیغہ ہو تو حدیث متصل ہے۔(۱)

لہذا ایسی حدیث جس کے اندر متعدد احتمالات پائے جارہے ہوں اس سے کسی عمل کے سنّت ہونے کو ثابت نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی اس عمل کو یقین واطمینان کے ساتھ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف نسبت دی جاسکتی ہے۔

ب) سیوطی: اسماعیل کہتے ہیں: یُنْمیٰ (شروع میں ضمہ اور میم پر فتح کے ساتھ) مجھول کا صیغہ ہے اور یہ نہیں کہا: لفظ یَنْمیٰ معلوم کا صیغہ ہے اور اسماعیل وہی ابن ابی انس ہیں.(۲)

ج) شوکانی: بعض نے اس حدیث کو معیوب قرار دیا ہے چونکہ خود ابوحازم کو بھی اس میں گمان تھا...اور اگر یہ حدیث مرفوع۔یعنی صحیح۔ہوتی اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صادر ہوئی ہوتی تو پھر ابوحازم کو یہ کہنے کی ضرورت نہیں تھی کہ (لاأعلمه) میں نہیں جانتا!

دوسری روایت: روایت صحیح مسلم: **((زهير بن حرب ،حدّثنا عفان ،حدّثنا همام ،حدّثنا محمد بن جحادة ،حدّثني عبدالجبار بن وائل ومولٰى لهم ،انّهما حدثا ه عن أبيه وائل بن حجر ،أنّه رأى النبّى ﷺ رفع يديه حين دخل في الصلاة ،كبّر وصفّ**

---

۱. عمدۃ القاری ۵:۲۷۸.

۲. التوشیح علی الجامع الصحیح البخاری ۱:۴۶۳.

همام حيال أذنيه ،ثمّ التحف بثوبه ،ثمّ وضع يده اليمنىٰ على اليسرىٰ.))

صحیح مسلم ...زہیر بن حرب نے عفّان سے ،اس نے ہمام سے ،اس نے محمد بن جحادہ سے ،اس نے عبدالجبار بن وائل سے ،اس نے علقمہ بن وائل سے ،اوران کے غلام نے وائل بن حجر سے روایت کی ہے کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا جب نماز پڑھنے لگے تو اپنے ہاتھوں کو کانوں کے برابر بلند کیا، تکبیر کہی اسکے بعد ہاتھوں کو چھپالیا اور پھر دائیں ہاتھ کو بائیں پر رکھا...۔(۱)

دلالت کے متعلق بحث:

یہ کہنا ضروری ہوگا کہ اس حدیث کی دلالت روشن نہیں ہے اس لئے کہ اس میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موجودہ سنّت کے بارے میں بیان کیا گیا ہے جس سے یہ تشخیص نہیں دیا جاسکتا کہ یہ عمل واجب یا مستحب یا مباح ہونے ،یا اختیار یا مجبوری کی حالت میں بجالایا گیا ہے .اور یہ کہ اس کا سبب کیا ہے؟ کیا اسے ایک شرعی عمل سمجھ کر بجالایا گیا یا یہ کہ عبا کو شانوں سے گرنے سے بچانے کی خاطر ایسا کیا گیا؟ یا اس کا سبب سردی اور تھکاوٹ تھا؟

سند کے متعلق بحث:

یہ روایت سند کے اعتبار سے مرسل ہے چونکہ اس کا راوی علقمہ بن وائل ہے جس نے اپنے باپ سے یہ روایت نقل کی ہے جبکہ اس کا باپ اس کی پیدائش سے پہلے ہی وفات پاچکا تھا۔لہذا ممکن نہیں ہے کہ اس نے اپنے باپ سے روایت سنی ہو۔

ابن حجر کہتے ہیں: عسکری نے ابن معین سے حکایت کی ہے کہ اس نے کہا: علقمہ کی اپنے باپ سے

۱۔صحیح مسلم۱: ۱۵۰؛ دار قطنی ۱: ۲۸۶، ح۸ اور ۱۱.

روایات مرسل ہیں.(۱).

نیز بعض کا کہنا ہے کہ وہ بہت چھوٹا تھالہذا ممکن نہیں ہے کہ اپنے باپ کی نماز کو درک کیا ہو۔(۲)

بہر حال دونوں صورتوں میں نتیجہ ایک ہی نکلتا ہے اس لئے کہ جو اپنے باپ کی نماز کو درک نہیں کر سکتا وہ اس سے حدیث کو کیسے درک کر پائے گا ! اس کے علاوہ لفظ ((مولٰی لھم یعنی ان کا غلام)سند روایت میں موجود ہے جس کے بارے میں یہ معلوم نہیں ہے کہ وہ غلام کون ہے؟(۳)

۳۔تیسری روایت: الموطّأ :((حدّثنی یحییٰ بن مالک ،عن عبدالکریم بن أبی المخارق البصریّ أنّه قال: من کلام النبوّة ((اذا لم تستحیی فافعل ماشئت ووضع الیدین احداھما علی الأخرٰی فی الصّلاة (یضع الیمنٰی علی الیسرٰی)وتعجیل الفطر...)).

موطّأ امام مالک میں مالک بن انس نے عبدالکریم بن أبی المخارق بصری سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں :نبوّت کے حکمت آمیز کلمات میں سے ایک یہ ہے کہ اگر شرم وحیا نہیں ہے تو جو چاہو کرو اور نماز میں ہاتھ باندھنا ہے....۔

ابن عبداللہ کہتا ہے:((**یضع الیُمنٰی علی الیُسرٰی** ،دائیں ہاتھ کا بائیں پر رکھنا))یہ مالک بن انس کا کلام ہے نہ کہ حدیث کا حصّہ ہے۔(۴)

۱۔تہذیب التہذیب ۷:۲۴۷؛تہذیب الکمال ۱۳:۱۹۳(حاشیہ پر).

۲۔تہذیب التہذیب ۸:۳۱۴.

۳۔شاید یہاں پہ مولٰی سے مراد ولاءضمان جریرہ ہو یا کوئی دوسرا معنی مراد ہو.

۴۔موطّأ امام مالک ۱:۱۵۸؛صحیح بخاری ۲:۲۶۳،کتاب الأنبیاء.

اس روایت کی سند کے متعلق:

ا۔اس روایت کی سند میں عبدالکریم بن ابی المخارق ہے جس کے بارے میں معمر نے ایوب سے نقل کیا ہے کہ وہ ثقہ نہیں ہے اور عبدالرحمٰن بن مہدی نے اسے پرہیز گار نہ ہونے سے متّہم کیا ہے. نیز احمد بن احمد اور ابن معین نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ابن حبان نے اسے کثیر الوہم، کثیر الخطا اور نا قابل احتجاج شمار کیا ہے...اور ابن عبدالبرّ کا کہنا ہے کہ اس کے ضعیف ہونے پر اجماع موجود ہے یہی وجہ ہے کہ مالک نے احکام پر مشتمل روایات کو اس سے نہیں لیا اور جو کچھ اس سے نقل کیا ہے وہ فقط مستحبّات میں ہے۔(۱)

چوتھی روایت: نصر بن علی نے ابواحمد سے، اس نے علاء بن زرعہ بن عبدالرّحمٰن سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں: میں نے عبداللہ بن زبیر سے سنا ہے کہ وہ کہا کرتا: ((**صفّ القدمین و وضع الید علی الید من السّنة**)) نماز میں پاؤں کو برابر رکھنا اور ایک ہاتھ کا دوسرے ہاتھ پر رکھنا سنّت ہے۔(۲)

چند نکات

اوّل: یہ روایت ابن زبیر کی نماز والی اس روایت سے متعارض ہے جس میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ نماز میں اپنے ہاتھ کھلے رکھتا۔

دوم: اس روایت کی نسبت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف نہیں دی گئی۔

سوم: اس روایت کی سند میں علاء بن صالح تمیمی اسدی کوفی ہے جس کے بارے میں بخاری کہتے ہیں: لایتابع، اس کی روایت قابل قبول نہیں ہے۔

ا۔تہذیب الکمال ۱۲: ۱۱؛ التہذیب التہذیب ۱۶: ۳۲۶.

۲۔سنن أبی داؤد ا: ۲۰۱.

ابن المدینی کہتے ہیں: وہ منکر روایات کونقل کرتا ہے....۔(۱)

پانچویں روایت: محمد بن بکار بن ریّان نے ہشیم بن بشیر اس نے حجّاج بن ابی زینب، اس نے ابوعثمان نہدی اور اس نے ابن مسعود سے نقل کیا ہے:

((أنّه کان یصلّی فوضع یده الیسریٰ علی الیمنیٰ ،فرآه النبّی ﷺ فوضع یده الیمنیٰ علی الیسریٰ .)) (۲)

وہ نماز پڑھتے وقت اپنا بایاں ہاتھ دائیں پر رکھا کرتا، پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا تو اس کا دایاں ہاتھ پکڑ کر اس کے بائیں ہاتھ پر رکھ دیا۔

اس حدیث کی سند میں ہشیم بن قاسم ہے جو احادیث میں ملاوٹ اور ان میں کمی بیشی کرنے میں بدنام ہے اور اپنی عمر کے آخری ایام میں ہوش و حواس بھی کھو بیٹھا تھا۔

یحییٰ بن معین نے اس کے بارے میں کہا ہے: علم تو اس کے پاس تھا نہیں بس سے کیا نکلتا تھا یعنی زبان پر کیا جاری کرتا تھا۔(۳)

اس بنا پر اس کے بارے میں بہت کچھ کہا گیا ہے اور اس کی روایت بھی قابل قبول نہیں ہے۔

اسی طرح اس روایت کی سند میں حجاج بن ابی زینب سلمی (ابو یوسف صیقل واسطی) ہے جسے اہل سنّت کے ہاں ضعیف قرار دیا گیا ہے۔

نیز احمد بن حنبل کا کہنا ہے: مجھے اس کی روایات کے ضعیف ہونے کا خوف ہے۔

۱۔تہذیب التہذیب ۸:۱۶۴؛ سنن أبی داوٗد ا:۲۰۱.

۲۔سنن ابوداوٗد ا:۲۰۰؛ سنن ابن ماجہ ا:۲۶۶.

۳۔تہذیب التہذیب ۱۱:۵۶.

نسائی کہتے ہیں: وہ قوی نہیں ہے اور دار قطنی کا کہنا ہے: وہ حافظ وقوی نہیں ہے۔(۱)

چھٹی روایت: محمد بن محبوب نے حفص بن غیاث، اس نے عبدالرّحمٰن اسحٰق سے، اس نے زیاد بن زید، اس نے ابی جحیفہ، اس نے حضرت علی علیہ السّلام سے نقل کیا ہے کہ آپؑ نے فرمایا: ((السـنّة وضع الکفّ علی الکفّ فی الصلاة تحت السّرة))

نماز میں ایک ہاتھ کی ہتھیلی کا دوسرے ہاتھ کی ہتھیلی پر رکھنا سنّت ہے.(۲)

اس حدیث کی سند میں زیاد بن زید ہے جو مجہول ہے جیسا کہ عسقلانی کے بقول ابو حاتم نے اس کی وضاحت کردی ہے. نیز تہذیب التہذیب میں بھی بیان ہوا ہے: زیاد بن زید سوائی اعسم کوفی کے بارے میں ابو حاتم نے کہا ہے: وہ مجہول شخص ہے۔ ابوداؤد نے بھی اس سے حضرت علی علیہ السّلام کی ایک ہی روایت نقل کی ہے کہ آپ نے فرمایا: نماز میں زیر ناف ہاتھ کا ہاتھ پر رکھنا سنّت ہے۔(۳)

بخاری کہتے ہیں: اس میں غور کی ضرورت ہے۔ نیز اس روایت کی سند میں عبدالرحمٰن بن اسحاق ہے جس کے ضعیف ہونے کے بارے میں علماء کا اتفاق ہے۔(۴)

ساتویں روایت: محمد بن قدامہ (ابن اعین) نے ابی طالوت عبدالسلام سے، اس نے ابو جریر ضبی سے، اس نے اپنے باپ سے نقل کیا ہے:

---

۱. تہذیب التہذیب۳:۳۱۸.

۲. سنن ابوداؤد ۱:۲۰۱؛ دار قطنی ۱:۲۸۶؛ سنن کبریٰ ۲:۳۳۴.

۳. تہذیب التہذیب۳:۳۱۸.

۴. تہذیب الکمال ۱۱:۹۹.

((رأيت عليا يمسک بيمينه على الراسغ فوق السّرة))

میں نے حضرت علی علیہ السلام کو دیکھا وہ اپنے دائیں ہاتھ کی کلائی کو بائیں ہاتھ سے زیر ناف پکڑے ہوئے تھے۔

اس روایت کی سند میں ابو طالوت یعنی عبدالسلام نھدی ہے جس کے بارے میں ابن سعد کا کہنا ہے: وہ روایت کے نقل کرنے میں ضعیف ہے۔(۱)

نیز اس روایت کی سند میں ابن جریر ضبی ہے جس کے بارے میں ابن حجر کہتا ہے: میں نے میزان الاعتدال میں ذہبی کے ہاتھ سے لکھا دیکھا ہے کہ یہ شخص ناشناختہ یعنی مجہول ہے۔(۲)

آٹھویں روایت: مسدّد ... نے عبدالرحمٰن بن اسحاق کوفی سے، اس نے سیار ابی حکم سے، اس نے ابو وائل سے، اس نے ابو ہریرہ سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں:

((أخذ الأكف على الأكف فى الصلاة من السّنة))

نماز میں ایک ہتھیلی کا دوسری پر رکھنا سنّت ہے۔(۳)

اسی طرح دار قطنی نے تھوڑے سے اختلاف کے ساتھ لکھا ہے: نماز میں ہاتھ کی ہتھیلی کا دوسرے ہاتھ پر رکھنا سنّت ہے۔(۴)

یہاں پر یہ ذکر کر دینا ضروری ہے کہ اس روایت کی سند میں عبدالرحمٰن بن اسحاق کوفی ہے جو علمائے

۱۔سنن ابوداؤد ۱:۲۰۱؛ نیل الأوطار ۲:۱۸۸.

۲۔تہذیب التہذیب ۲:۶۷.

۳۔سنن ابوداؤد ۱:۲۰۱؛ نیل الأوطار ۲:۱۸۸.

۴۔سنن دار قطنی ۱:۸۴.

رجال کے نزدیک ضعیف ہے۔

ابن معین کہتے ہیں: وہ ضعیف، ناچیز اور بے ارزش انسان ہے۔ابن سعد، یعقوب بن سفیان، ابوداؤد، نسائی اور ابن حبان نے اسے ضعیف شمار کیا ہے اور بخاری نے کہا ہے: اس میں غور کی ضرورت ہے۔(۱)

اس کے علاوہ ابو ہریرہ نے اس عمل کی نسبت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف نہیں دی ہے۔اس طرح کے مشابہ موارد موجود ہیں جن کے بارے میں تحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ اس نے انہیں پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں سنا بلکہ کسی نے اس سے نقل کئے ہیں اور ابو ہریرہ نے بھی اس شخص کا نام نہیں لیا مثال کے طور پر یہ حدیث: ((من أصبح جنبا فلا صیام له)) جو شخص جنابت کی حالت میں اٹھے تو اس کا روزہ باطل ہے۔**فانّه لمّا حوقق علیه قال: أخبر نیه مخبر ولم أسمعه من رسول الله** صلی الله علیه وآله .

جب اس سے پوچھا گیا کہ کیا تم نے خود یہ حدیث پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنی ہے تو کہا: نہیں، مجھ سے کسی نے نقل کی ہے۔(۲)

نویں روایت: ابو توبہ نے ہثیم (ابن حمید) سے، اس نے ثور سے، اس نے سلیمان بن موسیٰ اور اس نے طاؤس سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں: **((کان رسول الله** صلی الله علیه وسلم **یضع یده الیُمنیٰ علی یده الیسریٰ، ثمّ یشدّ بینهما علی صدره، وهو فی الصّلاة)).**

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھتے وقت اپنے سینے پر دائیں ہاتھ کو بائیں پر رکھا کرتے۔(۳)

۱۔تہذیب التہذیب ۶: ۱۲۴.

۲۔تاریخ دمشق ۱۹: ۱۲۲؛ البدایۃ والنھایۃ ۸: ۱۰۹؛ سیر أعلام النبلاء ۲: ۶۰۸.

۳۔سنن ابوداؤد ۱: ۲۰۱.

چند اشکال

پہلا اشکال: اس روایت کا راوی طاؤس تابعی ہے جس نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہیں دیکھا اس اعتبار سے یہ روایت مرسل ہے.

دوسرا اشکال: اس روایت کی سند میں ہیثم بن حمید ہے جسے ابوداؤد اور ابومسہّر (۱) نے ضعیف قرار دیا ہے۔ابومسہّر کہتے ہیں: وہ (علم وحدیث) میں ماہر اور حافظ نہیں تھا میں اس سے حدیث نقل کرنے میں اجتناب کرتا ہوں اور اسے ضعیف سمجھتا ہوں.(۲)

دسویں روایت: ترمذی نے ابوالأحوص، اس نے سماک بن حرب، اس نے قبیصۃ بن ہلب اور اس نے اپنے باپ سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں:

((کا ن رسو ل اللہ ﷺ یؤمّنا فیأخذ شمالہ بیمینہ))

پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں با جماعت نماز پڑھائی جبکہ اپنے بائیں ہاتھ کو دائیں ہاتھ سے پکڑا ہوا تھا(۳)

اس روایت کی سند میں قبیصہ بن ہلب یعنی قبیصہ بن یزید طائی ہے اور ابن مدینی ونسائی کے بقول وہ مجہول ہے۔(۴)

گیارہویں روایت: ابن ماجہ نے علی بن محمد سے، اس نے عبداللہ بن ادریس، اس نے بشر بن

۱۔اس کا نام عبدالاعلی بن مسہّر غسّانید مشقی ہے وہ ۱۴۰ھ سے ۲۱۸ھ میں تھا.

۲۔تہذیب التہذیب ۸۲:۱۱.

۳۔جامع ترمذی ۳۲:۲.

۴۔تہذیب التہذیب ۲۴۷:۷؛ تہذیب الکمال ۲۲۱:۱۵.

معاذ ضریر، اس نے بشر بن مفضل، اس نے عاصم بن کلیب، اس نے اپنے باپ سے، اس نے وائل بن حجر سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتا ہے:

((میں نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نماز کی حالت میں دیکھا وہ اپنے دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ کو تھامے ہوئے تھے۔(۱)

یہاں پر یہ ذکر کرنا ضروری ہے کہ سنن ابن ماجہ کی بہت سی روایات ضعیف ہیں. ابن حجر کہتے ہیں: اس کی کتاب سنن میں جامع اور ابواب وغرائب میں اچھی ہے لیکن اس کی بہت زیادہ روایات ضعیف ہیں یہاں تک کہ میں نے سنا ہے سرّی نے کہا: جب بھی اس کتاب میں کوئی منفرد روایت بیان ہو تو وہ کئی ایک اعتبار سے ضعیف ہے۔

ابوزرعہ کہتے ہیں: ((لیس فیہ الاّ نحو سبعة أحادیث)) اس (کتاب) میں فقط سات احادیث صحیح ہیں....۔(۲)

ذہبی کہتے ہیں: سنن ابن ماجہ کے اندران روایات کی تعداد بہت زیادہ ہے جو حجیت نہیں رکھتیں اور شاید ان کی تعداد ایک ہزار تک پہنچتی ہو۔(۳)

اس کے علاوہ ابوداؤد نے عاصم بن کلیب کی اپنے باپ اور دادا سے نقل کی جانے والی روایات کو بے اعتبار جانا ہے۔(۴).

۱۔سنن ابن ماجہ ۱:۲۶۶.

۲۔تہذیب التہذیب ۹:۴۶۸.

۳۔سیر أعلام النبلاء ۱۳:۲۷۹.

۴۔تہذیب الکمال ۱۵:۴۱۲؛ ((عاصم بن کلیب عن أبیه عن جدّہ لیس بشیء)).

بارہویں روایت: دارمی نے ابونعیم سے، اس نے زہیر سے، اس نے ابواسحاق سے، اس نے عبدالجبار بن وائل سے، اس نے اپنے باپ سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتا ہے:

((رأیت رسول الله ﷺ یضع یده الیُمنیٰ علی الیسریٰ قریبا من الرّسغ))

میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ وہ اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر جوڑ کے قریب رکھے ہوئے تھے۔(۱)

یہاں پر یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ عبدالجبار بن وائل نے اپنے باپ سے روایت نہیں سنی ہے اس لئے کہ اس کا باپ اس کے پیدا ہونے سے پہلے ہی مر چکا تھا۔

ابن حبان الثّقات میں لکھتے ہیں: جو شخص یہ گمان کرے کہ ابن وائل نے اپنے باپ سے روایت سنی ہے تو یہ وہم کے سوا کچھ نہیں ہے اس لئے کہ وہ اپنی ماں کے شکم میں تھا جب اس کے باپ کی وفات ہوئی۔

نیز بخاری کہتے ہیں: یہ کہنا درست نہیں ہے کہ اس نے اپنے باپ سے روایت سنی ہے اس لئے کہ اس کا باپ اس کے پیدا ہونے سے پہلے مر چکا تھا۔

ابن سعد کہتے ہیں:...اس کے بارے میں ایک طرف تو یہ کہتے ہیں کہ اس نے اپنے باپ سے روایت سنی اور دوسری طرف یہ کہا جاتا ہے کہ اس نے اپنے باپ کو نہیں دیکھا!

ابوحاتم، ابن جریر طبری، جریری، یعقوب بن سفیان، یعقوب بن شیبہ، دارقطنی، حاکم اور ان سے پہلے ابن مدینی وغیرہ نے اسی سے ملتے جلتے مطالب نقل کئے ہیں۔(۲)

۱۔ سیر أعلام النبلاء ۱۳: ۲۷۹.

۲۔ تہذیب التہذیب ۶: ۹۶.

تیرہویں روایت : دارقطنی میں ابو محمد صاعد نے علی بن مسلم سے ،اس نے اسماعیل بن ابان ورّاق سے، اس نے مندل ،اس نے ابن ابی لیلی ،اس نے قاسم بن عبدالرحمٰن ،اس نے اپنے باپ اور اس نے عبداللہ بن مسعود سے نقل کیا ہے:

((انّ النّبی کان یأخذ شماله بیمینه فی الصلاة))

پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز میں اپنے بائیں ہاتھ کو دائیں ہاتھ سے پکڑ کر رکھتے ۔(۱)

اس حدیث کی سند میں مندل یعنی ابن علی عنزی ہے جو اہل سنّت کے ہاں ضعیف شمار کیا گیا ہے نیز بخاری نے بھی اسے ضعفاء میں سے شمار کیا ہے .نسائی کہتے ہیں: وہ ضعیف ہے ۔ابن سعد کہتے ہیں: اس میں ضعف پایا جاتا ہے ۔جوزجانی کہتے ہیں: اس کی روایات سست ہیں اس لئے کہ وہ منکر اور غریب روایات کو نقل کرتا ہے ۔ابن قانع اور دارقطنی کا کہنا ہے: وہ ضعیف ہے ۔ابن حبان کہتے ہیں: وہ حافظہ کی کمی وجہ سے مرسل کو مرفوع اور موقوف کو مسند شمار کیا کرتا ،لہذا حق یہ ہے کہ اس کی روایت کو ترک کیا جائے ۔

نیز طحاوی کہتے ہیں: وہ کسی طرح روایت کے نقل کرنے میں مضبوط نہیں ہے اور اس کی روایت سے استدلال کرنا ممکن نہیں ہے ۔(۲)

چودہویں حدیث : دارقطنی میں عبداللہ بن محمد بن عبدالعزیز نے شجاع بن مخلد ،اس نے منصور ،اس نے محمد بن ابان انصاری ،اس نے حضرت عائشہ سے نقل کیا ہے کہ وہ فرماتی ہیں:

---

۱ . دارقطنی ۱:۲۸۳، ح۱.

۲ . تہذیب التہذیب ۱:۲۶٦.

((ثلاثة من النبوّة ...ووضع الید الیُمنیٰ علی الیسریٰ فی الصّلاة))

نبوّت کی خصوصیات میں سے تین چیزیں ہیں:

...(ان میں سے ایک) حالت نماز میں دائیں ہاتھ کا بائیں ہاتھ پر رکھنا ہے۔(۱)

اس حدیث کی سند میں محمد بن ابان انصاری ہے جس کا حضرت عائشہ سے نقل کرنا ممکن نہیں ہے لہذا یہ روایت مرسل ہے۔(۲)

ذہبی نے بخاری سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ وہ کہتے ہیں:((لایعرف لہ سماع منھا))معلوم نہیں ہے کہ اس نے حضرت عائشہ سے روایت سنی ہو۔(۳)

اسی طرح ہشیم (ابن منصور) جو اس روایت کی سند میں موجود ہے اس کے ضعیف ہونے کے بارے میں پہلے بیان کر چکے ہیں۔(۴)

پندرہویں روایت: دارقطنی نے ابن صاعد،اس نے زیاد بن ایوب،اس نے نصر بن اسماعیل ،اس نے ابن ابی لیلی ،اس نے عطا،اس نے ابو ہریرہ اور اس نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

((أُمرنا معاشر الأنبیاء ...ونضرب بأیماننا علی شمائلنا فی الصلاة))

ہم انبیاء(ع) کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ نماز میں اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں پر رکھیں۔(۵)

۱۔دارقطنی ۱:۲۸۴،ح ۲.

۲۔دارقطنی ۱:۲۸۴.

۳۔میزان الاعتدال ۳:۴۵۴.

۴۔تہذیب التہذیب ۱۱:۵۶.

۵۔سنن دارقطنی ۱:۲۸۴،ح ۳.

اس حدیث کی سند میں نضر بن اسماعیل یعنی ابومغرہ ہے، احمد، نسائی اور ابوزرعہ نے اس کے متعلق کہا ہے: وہ قوی نہیں ہے اسی ایک قول کے مطابق ابن معین نے بھی اسے ضعیف قرار دیا ہے۔

ابن حبّان کہتے ہیں: اس کے اشتباہات واضح اور اس کے وہم وخیالات بہت زیادہ ہیں لہذا اسے ترک کرنا ہی حق ہے۔

حاکم نیشاپوری کہتے ہیں: وہ ان (اہل سنّت) کے ہاں قوی نہیں ہے۔ ساجی کا کہنا ہے: اس کی روایات غریب ہیں۔(۱)

سولھویں روایت: دارقطنی نے ابن سکین سے، اس نے عبدالحمید بن محمد، اس نے مخلد بن یزید، اس نے عطا، اس نے ابن عباس اور اس نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا:

((انّامعاشر الانبیاء أُمرنا...أن نمسک بأیماننا علی شمائلنا فی الصلاة))

ہم انبیاءؑ کی جماعت کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ...نماز میں اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں پر رکھیں۔(۲)

اس حدیث کی سند میں طلحہ (بن عمرو بن عثمان حضرمی کوفی) ہے جسے تمام علمائے رجال نے ضعیف قرار دیا ہے۔

احمد کہتے ہیں: اس کی کوئی اہمیت نہیں ہے اور اس کی روایات متروک ہیں۔

ابن معین کا کہنا ہے: اس کا کوئی مقام نہیں اور وہ ضعیف ہے۔ نیز جوزجانی کہتے ہیں: اس کی روایات سے کوئی بھی راضی نہیں ہے۔

ابوحاتم کہتے ہیں: وہ قوی نہیں ہے اور اہل سنّت کے ہاں اسے ضعیف قرار دیا گیا ہے۔ ابوداؤد کہتے

۱۔ تہذیب التہذیب ۱۰:۳۸۸.

۲۔ سنن دارقطنی ۱:۲۸۴، ح۳.

ہیں: وہ ضعیف ہے۔نسائی کا کہنا ہے:اس کی احادیث متروک ہیں، بخاری کہتے ہیں:اس کی کوئی اہمیت نہیں ہے، یحیٰی بن معین بھی اس کے بارے میں منفی نگاہ رکھتا تھا،ابن سعد کہتے ہیں:اسکی احادیث بہت ضعیف ہیں۔

ابن مدینی کہتے ہیں وہ ضعیف ہےاوراس کا کوئی مقام نہیں ہے،ابوزرعہ،عجلی اوردارقطنی کہتے ہیں: وہ ضعیف ہے،فسوی نے اسے ان افراد میں ذکر کیا ہے جن کی روایت پرتوجہ نہیں دی جاتی۔

ابن حبّان کہتے ہیں:اس نے ثقہ افراد سے کچھ نقل نہیں کیا مگر یہ کہ ایسی چیزیں جن کا لکھنا جائز نہیں تھااوراس سے ایسی روایات کوتعجب کے طور پرنقل کیا گیا ہے۔(۱)

سترہویں روایت: دارقطنی نے محمد بن مخلد سے،اس نے محمد بن اسماعیل حسانی، اس نے وکیع ،اس نے یزید بن زیاد بن ابی جحد،اس نے عاصم جحدری،اس نے عقبہ بن ظہیر،اس نے حضرت علی علیہ السّلام سے نقل کیا ہےآپ نے(**فصلّ لربّک وانحر**) کے بارے میں فرمایا: **وضع الیمین علی الشمال فی الصلاۃ**.اس سے مرادنماز میں دائیں ہاتھ کا بائیں پر رکھنا ہے.(۲)

اس روایت کی سند میں وکیع ہے جس کے بارے میں یہ کہا گیا ہے کہ اس نے پانچ سوروایات میں خطا کی ہے۔(۳)

نیزمروزی نے کہاہے:وہ اپنی عمر کے آخری ایام میں زبانی احادیث نقل کیا کرتا اورالفاظ میں تبدیلی کربیٹھتا،گویاوہ احادیث کے مفہوم کونقل کیا کرتا اوراسے عربی زبان سے بھی آشنائی نہیں تھی۔(۴)

۱۔تہذیب التہذیب ۵:۲۱.
۲۔دارقطنی ۱:۲۸۵.
۳۔تہذیب التہذیب ۱۱:۱۱۴.
۴۔تہذیب التہذیب ۱۱:۱۱۴.

اٹھارہویں روایت: دار قطنی نے احمد بن محمد بن جعفر جوزی سے، اس نے مضر بن محمد سے، اس نے یحییٰ بن معین سے، اس نے محمد بن حسن واسطی سے، اس نے حجاج بن ابی زینب سے، اس نے ابوسفیان اور اس نے جابر سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتا ہے:

((مرّ رسول الله صلی الله علیه وسلم برجل وضع شماله علی یمینه ...مثله))

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک شخص کے پاس سے گذرے جس نے اپنا دایاں ہاتھ بائیں پر رکھا ہوا تھا ...پس آنحضرتؐ نے اس کا دایاں ہاتھ پکڑ کر بائیں پر رکھ دیا۔(۱)

اس حدیث کی سند میں حجاج بن ابی زینب موجود ہے جس کا ضعیف ہونا پہلے بیان کر چکے۔

انیسویں روایت: دار قطنی نے ایک اور مقام پر حجاج بن ابی زینب کے واسطے سے ابن مسعود سے نقل کیا ہے اور یہ روایت بھی سابقہ روایت کی مانند ہے جو ابن ابی زینب کی وجہ سے ضعیف ہے۔(۲)

بیسویں روایت: حسن بن خضر نے محمد بن احمد ابوالعلاء سے، اس نے محمد بن سوار، اس نے ابوخالد احمد، اس نے حمید، اس نے انس سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں:

(کان رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا قام فی الصلاة ،قال:هکذاوهکذا عن یمینه وعن شماله)

پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بھی نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو اپنے دائیں بائیں والوں سے یہ فرماتے کہ یوں اور یوں کھڑے ہوں....(۳)

۱۔سنن دار قطنی ۱:۲۸۷ اور ۱۳۳، ح ۱۴؛ مسند احمد ۳:۳۸۱.

۲۔سنن دار قطنی ۱:۲۸۷ اور ۱۳۳، ح ۱۴.

۳۔سنن دار قطنی ۱:۲۸۷، ح ۱۵.

اس روایت کی سند میں ابوخالد احمد (سلیمان بن حیان ازدی) موجود ہے جس کے حافظ وضابط ہونے کے بارے میں بعض نے اعتراض کیا ہے۔

ابن معین کہتے ہیں: وہ حجت نہیں ہے، ابوبکر بزاز نے اپنی کتاب سنن میں کہا ہے: وہ ان افراد میں سے نہیں ہے جن کی روایات حجت ہوں اس لئے کہ علماء کا اس کے متعلق اتفاق ہے کہ وہ حافظ نہیں تھا اسی طرح اعمش اور دوسرے ایسے افراد سے روایات کو نقل کیا کرتا (جن کی روایات پر کوئی توجہ نہ دیتا)۔(۱)

اس کے علاوہ یہ حدیث موضوع بحث پر دلالت بھی نہیں کر رہی چونکہ اس میں یہ کہا گیا ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے دائیں بائیں افراد سے یہ فرماتے کہ یوں یوں کھڑے ہوں، جبکہ اس کا نماز میں ہاتھ باندھنے سے کوئی ربط نہیں ہے۔

اکیسویں روایت: احمد بن حنبل نے محمد بن حسن واسطی (مزنی) سے، اس نے ابو یوسف حجاج، اس نے ابن ابی زینب صیقل، اس نے ابوسفیان، اس نے جابر سے نقل کیا ہے:

((مرّ رسول الله ﷺ برجل وهو يصلي وقد وضع يده اليسرىٰ على اليمنىٰ فانتزعها ووضع اليُمنىٰ على اليسرىٰ))

پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا جو اپنے بائیں ہاتھ کو دائیں پر رکھے ہوئے تھا، آنحضرتؐ نے فوراً اس کے دائیں ہاتھ کو اس کے بائیں پر رکھ دیا۔(۲)

۱۔ یہ وہی دار قطنی والی اٹھارہ نمبر حدیث ہے۔

۲۔ اس روایت کی سند میں بھی ابو یوسف حجاج ہے جس کے بارے میں علمائے رجال نے تأمل سے کام

۱۔ تہذیب التہذیب ۴: ۱۶۰.

۲۔ مسند احمد بن حنبل ۳: ۳۸۱.

لیا ہے۔

احمد بن حنبل اس کے بارے میں کہتے ہیں: مجھے اس کی روایات کے ضعیف ہونے کا خوف ہے، ابن مدینی کہتے ہیں: وہ ضعیف ہے۔

نیز نسائی نے کہا ہے: وہ قوی نہیں ہے، دار قطنی کہتے ہیں: نہ تو وہ روایت نقل کرنے میں قوی تھا اور نہ ہی حافظ۔(۱)

اسی طرح اس روایت کی سند میں محمد بن حسن واسطی ہے جس کے بارے میں بحث واقع ہوئی ہے اور ابن حبّان نے اسے ضعفاء کی فہرست میں ذکر کرتے ہوئے اس کے متعلق کہا ہے:

وہ احادیث کی سند میں کمی واضافہ کرتا۔(۲)

۱۔تہذیب التہذیب۲:۱۷۷؛ سیر أعلام النبلاء۷:۷۵.

۲۔تہذیب التہذیب۹:۱۰۴.

بحث کا خلاصہ

وہ تمام روایات جن سے نماز میں ہاتھ باندھنے کا استفادہ ہوتا ہے دلالت یا سند کے اعتبار سے ضعیف ہونے کے اشکال سے خالی نہیں ہیں۔

پہلی روایت: اسے بخاری نے نقل کیا ہے اور اس کی دلالت میں مشکل کے علاوہ اس کے مرسل ہونے کا شبہ بھی موجود ہے اور پھر اس کا پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منسوب ہونا (جیسا کہ عینی اور شوکانی نے اس کی وضاحت کی ہے) بھی ثابت نہیں ہے۔

دوسری روایت: اسے صحیح مسلم میں نقل کیا گیا ہے جس کی سند میں علقمہ بن وائل موجود ہے جو اپنے باپ سے نقل کرر ہا ہے لہذا یہ روایت بھی مرسل ہے اس لئے کہ اس کا باپ اس کی پیدائش سے پہلے ہی مر چکا تھا۔

تیسری روایت: اسے مالک بن انس نے نقل کیا ہے اس کی سند میں ابن ابی المخارق ہے جو ضعیف ہے۔

چوتھی روایت: اسے ابوداؤد نے نقل کیا ہے جس کے راویوں میں سے ایک علاء بن صالح ہے جس کی روایت پر توجہ نہیں دی جاتی؛ (یعنی قابل قبول نہیں ہے) جیسا کہ بخاری نے بھی اس کی تصریح کر دی ہے اور پھر یہ روایت ابن زبیر والی روایت سے متعارض بھی ہے۔

پانچویں روایت: اسے بھی ابوداؤد نے نقل کیا ہے جس کی سند میں ہشیم موجود ہے جو روایات میں ملاوٹ اور تصرّف کیا کرتا، نیز آخر حیات میں ہوش وحواس کھو بیٹھا تھا۔اسی طرح اس روایت کا ایک راوی حجاج ہے جو ضعیف ہے۔

چھٹی روایت: اسے بھی ابوداؤد نے نقل کیا ہے جس کی سند میں زیاد بن زید ہے جو مجہول ہے اور پھر اس سند میں عبدالرحمٰن بن اسحاق بھی ہے جس کے ضعیف ہونے پر علماء کا اتفاق ہے۔

ساتویں روایت: اسے بھی ابوداؤد نے نقل کیا ہے جس کی سند میں طالوت ہے اس کی احادیث ضعیف ہیں۔اسی طرح ضبّی بھی اس سند میں موجود ہے جو مجہول اور ناشناختہ راوی ہے۔

آٹھویں روایت: یہ روایت بھی ابوداؤد نے نقل کی ہے جس کی سند میں عبدالرحمٰن بن اسحاق ہے جو ضعیف ہے۔

نویں روایت: اسے بھی ابوداؤد نے نقل کیا ہے جس کی سند میں ہشیم ہے جو ضعیف ہے اس کے علاوہ یہ روایت مرسل بھی ہے چونکہ طاؤس تابعی ہے جس نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہ تو دیکھا ہے اور نہ ہی ان سے روایت نقل کی ہے۔

دسویں روایت: یہ روایت ترمذی نے نقل کی ہے جس کی سند میں قبیصہ ہے جو مجہول ہے۔

گیارہویں روایت: اسے ابن ماجہ نے نقل کیا ہے جبکہ سنن ابن ماجہ کی روایات سات کے علاوہ سب ضعیف ہیں اس کے علاوہ اس کا راوی عاصم بن کلیب بھی ضعیف ہے۔

بارہویں روایت: اسے دارمی نے نقل کیا ہے جس کی سند میں عبدالجبار ہے جو اپنے باپ سے

نقل کر رہا ہے لہذا یہ روایت مرسل ہے اس لئے کہ اس کا باپ اس کے دنیا میں آنے سے پہلے ہی مر چکا تھا پس اس نے اپنے باپ سے روایت نہیں سنی۔

تیرہویں روایت: یہ دارقطنی کی روایت ہے جس میں مندل ہے جو ضعیف ہے۔

چودہویں روایت: اسے بھی دارقطنی نے نقل کیا ہے اس میں محمد بن ابان انصاری ہے جس کا حضرت عائشہ سے روایت نقل کرنا درست نہیں ہے پس یہ روایت مرسل ہے نیز اس روایت کی سند میں ہشیم ہے جو ضعیف ہے۔

پندرہویں روایت: اسے بھی دارقطنی نے نقل کیا ہے جس میں نضر بن اسماعیل ہے جو ضعیف ہے۔

سولہویں روایت: اس کی سند میں طلحہ ہے جسے سب علماء نے ضعیف قرار دیا ہے۔

سترہویں روایت: اسے بھی دارقطنی نے نقل کیا ہے جس میں وکیع موجود ہے یہ وہ شخص ہے جس نے پانچ سو حدیثوں میں خطا کی ہے۔

اٹھارہویں اور انیسویں روایت: اسے دارقطنی نے نقل کیا ہے ان دونوں روایات کی سند میں حجاج بن ابی زینب ہے جو ضعیف ہے۔

بیسویں روایت: اسے بھی دارقطنی نے نقل کیا ہے اس کی سند میں ابو خالد احمد ہے جس کے بارے بہت کچھ کہا گیا ہے اور اس کی حدیث بھی حجت نہیں ہے۔

اور پھر دلالت کے اعتبار سے بھی یہ روایت واضح نہیں ہے کہ اس سے مراد نماز میں ہاتھ باندھنا

ہو۔

اکیسویں روایت: یہ وہی اٹھارہویں روایت ہے جسے دارقطنی نے تکرار کے ساتھ نقل کیا ہے اور پھراس کی سند میں ابو یوسف حجاج ہے جسے ضعیف قرار دیا گیا ہے۔

اس بناپر وہ دلائل جن پر اعتماد کرتے ہوئے نماز میں ہاتھ باندھنے کی نسبت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف دی جاسکتی ہے ان کا کوئی وجود نہیں رہ جاتا۔ اور پھر تعجب کی بات تو یہ ہے کہ بخاری اور مسلم نے بھی ان روایات پر توجہ نہ دیتے ہوئے انہیں اپنی کتب میں ذکر کرنے سے اجتناب کیا ہے اور یہ خود ان روایات کے غیر معتبر ہونے کی دلیل یا تائید ہے خاص طور پر ان افراد کے لئے جو کسی روایت کے بخاری یا مسلم میں ذکر نہ ہونے کو اس کے ضعیف ہونے کی دلیل سمجھتے ہیں۔

اس کے علاوہ بعض صحابہ کرام اور آئمہ مذاہب جیسے ابن زبیر، امام مالک، ابن سیرین، حسن بصری اور نخعی و... اسے درست نہ سمجھتے اور نماز میں ہاتھ کھولنے کے معتقد تھے۔ اسی طرح مذہب اہل بیت علیہم السّلام میں بھی جیسا کہ روایات وفتاوٰی سے واضح ہے نماز میں ہاتھ باندھنے کو ناجائز اور شریعت کے مخالف سمجھا گیا ہے۔

پس یہ کہنا درست ہوگا کہ نماز میں ہاتھ باندھنا سنّت کی نسبت بدعت سے نزدیک تر ہے۔

والسّلام علی من اتّبع الھدٰی

ابو طالبؑ اسلامک انسٹیٹیوٹ کے اہداف

۱۔تعلیمات محمدؐ و آل محمدؐ کی نشر و اشاعت

۲۔مبلّغین کی تربیت

۳۔دین اسلام و مذہب حقہ پر ہونے والے اعتراضات کے جوابات

۴۔فن ترجمہ و تحقیق سے آشنائی

۵۔غریب مؤمنین کی مدد

ابوطالبؑ اسلامک انسٹیٹیوٹ کے تحقیقی آثار

۱۔الصواعق الالھیۃ فی الردّعلی الوھابیۃ

۲۔وہابیت عقل وشریعت کی نگاہ میں

۳۔وہابی افکارکارڈ (تیرہ موضوعات پر مشتمل مستند کتاب)

۴۔نظریہ عدالت صحابہ (قرآن وسنت کی روشنی میں)

۵۔آگ اور خانہ زہراء سلام اللہ علیھا

۶۔شیعیان علیؑ کا مقام

۷۔ندائے ولایت (أشھد أنّ علیّا ولی اللہ)

۸۔نماز تراویح

۹۔گریہ وعزاداری (قرآن وسنّت اورصحابہ کرام کی سیرت کی روشنی میں)

۱۰۔مذہب شیعہ پرہونے والے اعتراضات کے جوابات

۱۱۔گنہگار عورتیں

۱۲۔اعمال ماہ رمضان المبارک (مکمل ترجمہ کے ساتھ)

۱۳۔شرح چہل حدیث امام مہدی علیہ السلام

۱۴۔القول الأظھر فی مناقب الصدیق الأکبر

۱۵۔عقدام کلثوم

۱۶۔ہدیہ مبلّغین

۱۷۔ولادت امام مہدیؑ اورعصرغیبت میں وجودامامؑ کے فوائد